(18)

پریم چند کے افسانوی مجموعہ "واردات" کی قدر و قیمت متعین کیجیے
یا "واردات" پر تنقیدی تبصرہ کیجیے

"واردات" منشی پریم چند کا افسانوی مجموعہ ہے جس میں ان کے تیرہ افسانے شامل ہیں۔ پریم چند کی شخصیت اردو ادب میں محتاج تعارف نہیں۔ ان کو ہمارے معتبر ناقدین نے بجا طور پر اردو افسانے کا باوا آدم کہا ہے۔ اردو میں افسانہ نگاری کی روایت کے بانی اور اس کو وزن و وقار عطا کرنے والے پریم چند ہی ہیں۔ ان کا پہلا افسانہ "دنیا کا سب سے انمول رتن" ۱۹۰۷ میں شائع ہوا اور آج بھی تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ پریم چند کو نظر انداز کر کے ہمارے افسانوی ادب کی تاریخ مکمل ہو ہی نہیں سکتی۔ پریم چند کو زمانے نے پلکوں پر بٹھایا اور آج بھی ان کی شہرت اور مقبولیت میں کمی نہیں ہوئی ہے۔ انہوں نے تخیل کی تتلیاں پکڑنے کے بجائے اپنے فن کی اساس حقیقت و واقعیت پر رکھی تھی۔ اس لئے قارئین نے ان کی کہانیوں میں اپنی زندگی کے تجربات و مشاہدات کی جیتی جاگتی تصویر محسوس کی اس لئے بڑی آسانی سے پریم چند کو قارئین کا بڑا وسیع حلقہ مل گیا۔ پریم چند کے فن کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ملک کی دیہی زندگی اور اس کے گوناگوں مسائل کو موضوع بنایا یعنی انہوں نے اپنی ہر کہانی کو ہندوستانی ماحول اور تہذیب و رنگ کا نمائندہ بنا کر پیش کیا۔ اس لئے بھی قارئین کو ان کی کہانیوں میں ارضیت کی خوشبو محسوس ہوئی۔ اس طرح پریم چند کی اہمیت و مقبولیت کا گراف بلند ہوتا گیا اور وہ اردو افسانہ نگاروں کے قائد اعظم بن کر آسمان ادب پر چمکنے لگے۔

یہ امر محتاج ~~تعارف~~ وضاحت نہیں کہ پریم چند کے زمانے میں ہندوستان پر انگریزوں کی عملداری تھی جو ہندوستانی عوام کو ہر سطح پر لوٹ رہے تھے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کا مہاجنی نظام بھی کم سوہان روح نہ تھا وہ غریبوں کا خون چوس رہے تھے۔ ظلم و استحصال کی کوئی ایسی صورت نہیں تھی جو مہاجنوں اور ساہوکاروں نے سادہ لوح عوام کے لئے روا نہ رکھی ہو۔ اس کے علاوہ ہندو سماج میں ذات پات کی تفریق کا سنگین مسئلہ بھی طبقاتی کشمکش کو ہوا دے رہا تھا۔ پریم چند کے سامنے یہ سارے تکلیف دہ مناظر تھے اس لئے انہوں نے اس کے خلاف جہاد بالقلم شروع کیا۔ پریم چند کے سینے میں ایک درد مند دل تھا وہ انسانوں کے ذریعہ انسانوں کے استحصال کو

برداشت نہیں کر سکتے تھے اس لئے بڑے خلوص، محبت اور ہمدردی کے ساتھ انہوں نے ہندوستان کے سادہ لوح عوام کو مظالم کے دلدل سے نکالنے میں اپنی پوری قوت صرف کر دی اور یہ تو مسلّم ہے کہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے اسلئے پریم چند کی کہانیوں کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ "واردات" میں ان کی ایسی 13 تیرہ کہانیاں شامل ہیں۔

ان تیرہ کہانیوں میں پہلی کہانی کا عنوان ہے "شکوہ شکایت" اور آخری کا عنوان ہے "قاتل کی ماں"۔ میری نظر میں ان تمام کہانیوں میں سب سے باعظمت، عمدہ اور انسان دوستی سے لبریز کہانی یہ آخری کہانی "قاتل کی ماں" ہے۔ اس میں قاتل کی ماں کی حیثیت سے رامیشوری کا کردار پیش کیا گیا ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا بیٹا ونود دھائونی کے ایک آفیسر کو مار ڈالتا ہے اور اس کے بعد گرفتاری کے خوف سے چھپا پھرتا ہے ایک رات اس کا بیٹا ونود پناہ لینے کی غرض سے اپنے گھر میں آ جاتا ہے۔ ماں اس کی سراسیمگی کو دیکھ کر سمجھ جاتی ہے کہ شاید اس نے کوئی جرم کیا ہے۔ دریافت کرنے پر جرم بھی قبول کر لیتا ہے۔ ماں رامیشوری کو اس کا بڑا دکھ پہنچتا ہے۔ وہ اس کو لعنت ملامت کرتی ہے تو وہ ماں پر ہی آنکھیں لال پیلی کرنے لگتا ہے اور پھر وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ ادھر قتل کے شبہ میں بہت سارے بے گناہوں کی گرفتاری ہونے لگتی ہے۔ یہ بات رامیشوری کے لئے ناقابل برداشت تھی کہ جرم کوئی کرے اور سزا کسی کو ملے چنانچہ وہ ایک روز کورٹ میں پہنچ جاتی ہے اور حاکم کے سامنے پوری بے باکی سے یہ بیان دیتی ہے قاتل خود اس کا بیٹا ونود ہے۔ وہ کہتی ہے کہ

"میں اس لئے آپ کے سامنے آئی ہوں کہ اس مقدمہ کا سچا حال بیان کر دوں سارجنٹ کا خون کرنیوالا میرا بیٹا ہے یہ تمام ملزم بے گناہ ہیں"۔

اس بیان کو سن کر سارا کورٹ سناٹے میں آ گیا اور اچانک ونود تیزی سے آگے بڑھا اور ماں کے سینے میں خنجر اتار دیا۔ اس کہانی کا سب سے اہم اور روشن پہلو یہ ہے کہ اس طرح حق کی حمایت کی جائے تو ساری دنیا امن و شانتی کا گہوارہ بن جائے۔ لیکن افسوس ایسا ہوتا نہیں ہے۔ رامیشوری کا کردار بہت بلند ہے اور انصاف اور سچائی کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے۔

اس مجموعے کا دوسرا افسانہ "بدنصیب ماں" کے عنوان سے ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ایک ماں چار بچوں کی پرورش کر سکتی ہے لیکن چار بچے مل کر ایک ماں کی پرورش نہیں کر سکتے چنانچہ پنڈت اجودھیا ناتھ کے مرنے کے بعد پھول متی کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ ہندو رسم و رواج کے مطابق تیرہویں تاریخ کو برہمن بھوج ہوتا ہے۔ اس دن تک تو سارے بیٹے اور ان کی بیویاں پھول متی کو پلکوں پر بٹھائے رہے لیکن اس کے بعد ہی اچانک سب کے رویے میں تبدیلی آنے لگی۔ بالآخر پھول متی تنہا ہو کر رہ گئی اور پھر گنگا میا کی بھینٹ چڑھ گئی
سارے بچوں کی نظر باپ کی چھوڑی دولت پر تھی ماں سے کسی کو پیار نہ تھا یہی وجہ ہمارے سماج کا عمومی مزاج رہا ہے۔ پریم چند نے بڑے سلیقے سے اس پر روشنی ڈالی ہے۔

افسانہ "انصاف کی پولیس" میں پریم چند نے دکھایا ہے کہ ایک شخص اپنے کاروبار کے پیشے کو اپنا کر محض چند سکوں سے لاکھوں کا آسامی بن جاتا ہے اور سماج میں سیٹھ ساہوکار یا مہاجن کہلاتا ہے۔ مہاجن زندگی کے ہر فعل کو نفع و نقصان کی کسوٹی پر پرکھتا ہے دان، پن اور دیگر مذہبی کاموں میں بھی اس کے یہاں لالچ کا دخل ہوتا ہے۔ اقتصادی حقیقت انسانی شخصیت کی تشکیل کس طرح کرتی ہے، یہ افسانہ اس کی ایک اچھی مثال ہے۔

اسی طرح "مالکن" میں بعض دیگر مسائل کی مختلف کیفیتوں کا ذکر ہے۔ اس میں پریم چند نے کہانی کی ہیروئن پیاری اور اس کے بلوا ہے جو کھوئی محبت کی دلکش تصویر کشی کی ہے۔ پیاری سماجی پابندیوں کے خلاف بغاوت کرتی ہے اور اپنے لیے اپنی پسند کا شریک حیات منتخب کر لیتی ہے۔

"نئی بیوی" میں پریم چند نے ایک نوجوان عورت کی ایک مالدار بوڑھے کھوسٹ سے شادی کا جو انجام دکھایا ہے وہ حقیقت نگاری کا ایک بھیانک واقعہ ہے۔ اس سوال کا جواب کہ محبت دولت سے خریدی جا سکتی ہے؟ پریم چند نے اس سوال کا جواب نہیں میں دیا ہے۔ اور شادی کے بعد یہ انجام دکھایا کہ نئی بیوی اپنے بوڑھے شوہر سے زیادہ نوجوان دیہاتی نوکر سے متاثر ہوتی ہے اور پھر ایک دل دہلا دینے والا واقعہ ہوتا ہے جس کو پریم چند نے ایسی شادی کا کیا انجام ہوتا ہے اس کو بڑے خوبصورت انداز میں عریاں بھی دکھاتے ہیں کہ "اس نے (نئی بیوی) جلدی سے سر پر آنچل کھینچ لیا اور نوکر سے یہ کہتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی۔ "لالہ کھانا کھا کر چلے جائیں گے تم ذرا آ جانا۔"

"واردات" کا ایک اہم افسانہ "معصوم بچہ" بھی ہے۔ اس میں پریم چند نے گنگو کے کردار کے ذریعہ اعلیٰ درجہ کی تہذیب و شرافت کی تعلیم دی ہے۔ گنگو جو ایک نوجوان برہمن تھا لوگوں کے منع کرنے کے باوجود ایک بدنام زمانہ عورت گومتی سے شادی کر لیتا ہے اور اسکی محبت میں بری طرح گرفتار ہو جاتا ہے لیکن وہ اپنے پہلے شوہروں کی طرح اسکو بھی دغا دے کر بھاگ جاتی ہے۔ بعد میں پتہ چلتا ہے کہ اس نے چھ مہینہ بعد ہی ایک بچے کو جنم دیا ہے لیکن اسکو عورت سے نفرت نہیں ہوتی اور ناجائز بچے کو اپنا بچہ سمجھ کر اپنا لیتا ہے لوگوں کے لعن طعن کرنے پر وہ کہتا ہے کہ

"یہ میرا بچہ ہے میرا اپنا بچہ ہے۔ میں نے ایک بویا ہوا کھیت لیا تو کیا اس کے پھل کو اس لئے چھوڑ دوں گا کہ اسے کسی دوسرے نے بویا تھا؟"

مجھے اس کہانی میں گنگو کے کردار میں مدر ٹریسا کے کردار کی خوشبو ملتی ہے، جو اناتھ بچوں کی پرورش و پرداخت کرنے کے لئے عالمگیر شہرت کی حامل ہوئی۔ پریم چند نے برسوں پہلے جو بات سوچی تھی اسے ایک عیسائی خاتون مدر ٹریسا نے پورا کر دکھایا۔ اسطرح پریم چند نے اپنی تمام کہانیوں میں بڑی زندگی آمیز اور زندگی آموز باتیں کہی ہیں اسی لئے ان کا فن زندہ ہے اور وہ خود بھی زندہ ہیں۔